سُورَۃُ العَلَق

۹۶

سید ابوالاعلیٰ مودودی

فہرست

نام:

دوسری آیت کے لفظ عَلَقٍ کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول:

اس سورت کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ اِقۡرَاۡ سے شروع ہو کر پانچویں آیت کے الفاظ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ پر ختم ہوتا ہے، اور دوسرا حصہ کَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَیَطۡغٰۤی ﴿٦﴾ سے شروع ہو کر آخر سورت تک چلتا ہے۔ پہلے حصے کے متعلق علمائے امت کی عظیم اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ یہ سب سے پہلی وحی ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس معاملے میں حضرت عائشہؓ کی وہ حدیث جسے امام احمد، بخاری، مسلم اور دوسرے محدثین نے متعدد سندوں سے نقل کیا ہے، صحیح ترین احادیث میں شمار ہوتی ہے، اور اس میں حضرت عائشہؓ نے خود رسول اللہ ﷺ سے سن کر آغازِ وحی کا پورا قصہ بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ ابن عباسؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ اور صحابہؓ کی ایک جماعت سے بھی یہی بات منقول ہے کہ قرآن کی سب سے پہلی آیات جو حضور ﷺ پر نازل ہوئیں وہ یہی تھیں۔ دوسرا حصہ بعد میں اُس وقت نازل ہوا جب رسول اللہ ﷺ نے حرم میں نماز پڑھنی شروع کی اور ابو جہل نے آپ ﷺ کو دھمکیاں دے کر اس سے روکنے کی کوشش کی۔

آغازِ وحی:

محدثین نے آغازِ وحی کا قصہ اپنی اپنی سندوں کے ساتھ امام زہریؒ سے، اور انہوں نے حضرت عروہ بن زبیر سے، اور انہوں نے اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدا سچے (اور بعض روایات میں ہے، اچھے) خوابوں کی شکل میں ہوئی۔ آپ ﷺ جو خواب بھی دیکھتے، وہ

ایسا ہوتا کہ جیسے آپ ﷺ دن کی روشنی میں دیکھ رہے ہیں۔ پھر آپ ﷺ تنہائی پسند ہو گئے اور کئی کئی شب و روز غار حرا میں رہ کر عبادت کرنے لگے (حضرت عائشہؓ نے تَحَنُّث کا لفظ استعمال کیا ہے جس کی تشریح امام زہریؒ نے تعبُّد سے کی ہے۔ یہ کسی طرح کی عبادت تھی جو آپ ﷺ کرتے تھے، کیونکہ اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو عبادت کا طریقہ نہیں بتایا گیا تھا) آپ ﷺ کھانے پینے کا سامان گھر سے لے جا کر وہاں چند روز گزارتے، پھر حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آتے اور وہ مزید چند روز کے لیے سامان آپ ﷺ کے لیے مہیا کر دیتی تھیں۔ ایک روز جبکہ آپ ﷺ غار حرا میں تھے، یکایک آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور فرشتے نے آکر آپ ﷺ سے کہا "پڑھو" اس کے بعد حضرت عائشہؓ خود رسول اللہ ﷺ کا قول نقل کرتی ہیں کہ میں نے کہا: "میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔" اس پر فرشتے نے مجھے پکڑ کر بھینچا، یہاں تک کہ میری قوتِ برداشت جواب دینے گی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا: "پڑھو" میں نے کہا: "میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔" اس نے دوبارہ مجھے بھینچا اور میری قوتِ برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا: "پڑھو"۔ میں نے پھر کہا: "میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔" اس نے تیسری مرتبہ مجھے بھینچا، یہاں تک کہ میری قوت برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اُس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ﴿١﴾ (پڑھو اپنے رب کے نام کے ساتھ، جس نے پیدا کیا) یہاں تک کہ مَا لَمْ يَعْلَمْ (جسے وہ نہ جانتا تھا) تک پہنچ گیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کانپتے لرزتے ہوئے وہاں سے پلٹے اور حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچ کر کہا: "مجھے اُڑھاؤ، مجھے اُڑھاؤ۔" چنانچہ آپ ﷺ کو اُڑھا دیا گیا۔ جب آپ ﷺ پر سے خوف زدگی کی کیفیت دور ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اے خدیجہؓ! یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔" پھر سارا قصہ آپ ﷺ نے اُن کو سنایا اور کہا: "مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔" انہوں نے کہا: "ہر گز نہیں، آپ ﷺ خوش ہو جائیے، خدا کی قسم! آپ ﷺ کو خدا کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپ ﷺ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں (ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ امانتیں ادا

کرتے ہیں)، بے سہارا لوگوں کا بار برداشت کرتے ہیں، نادار لوگوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور نیک کاموں میں مدد کرتے ہیں۔" پھر وہ حضور ﷺ کو ساتھ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو اُن کے چچازاد بھائی تھے، زمانۂ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے، عربی اور عبرانی میں انجیل لکھتے تھے، بہت بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے ان سے کہا: "بھائی جان! ذرا اپنے بھتیجے کا قصہ سنیے۔" ورقہ نے حضور ﷺ سے کہا: "بھتیجے! تم کو کیا نظر آیا؟" رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا وہ بیان کیا۔ ورقہ نے کہا: "یہ وہی ناموس (وحی لانے والا فرشتہ ہے) جو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ کاش! میں آپ ﷺ کے زمانۂ نبوت میں قوی جوان ہوتا۔ کاش! میں اس وقت زندہ رہوں جب آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو نکالے گی۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟" ورقہ نے کہا: "ہاں، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص وہ چیز لے کر آیا ہو جو آپ ﷺ لائے ہیں اور اُس سے دشمنی نہ کی گئی ہو۔ اگر میں نے آپ ﷺ کا وہ زمانہ پایا تو میں آپ ﷺ کی پرزور مدد کروں گا۔" مگر زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا۔

یہ قصہ خود اپنے منہ سے بول رہا ہے کہ فرشتے کی آمد سے ایک لمحہ پہلے تک بھی رسول اللہ ﷺ اس بات سے خالی الذہن تھے کہ آپ ﷺ نبی بنائے جانے والے ہیں۔ اِس چیز کا طالب یا متوقع ہونا تو درکنار، آپ ﷺ کے وہم و گمان میں بھی یہ نہ تھا کہ ایسا کوئی معاملہ آپ ﷺ کے ساتھ پیش آئے گا۔ وحی کا نزول اور فرشتے کا اس طرح سامنے آنا آپ ﷺ کے لیے اچانک ایک حادثہ تھا، جس کا پہلا تاثر آپ ﷺ کے اوپر وہی ہوا جو ایک بے خبر انسان پر اِتنے بڑے ایک حادثہ کے پیش آنے سے فطری طور پر ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ ﷺ اسلام کی دعوت لے کر اٹھے تو مکہ کے لوگوں نے آپ ﷺ پر ہر طرح کے اعتراضات کیے، مگر ان میں کوئی یہ کہنے والا نہ تھا کہ ہم کو تو پہلے ہی یہ خطرہ تھا کہ آپ ﷺ کوئی دعویٰ کرنے والے ہیں، کیونکہ آپ ﷺ ایک مدت سے نبی بننے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

اس قصے سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ نبوت سے پہلے آپ ﷺ کی زندگی کیسی پاکیزہ تھی اور آپ ﷺ کا کردار کتنا بلند تھا۔ حضرت خدیجہؓ کوئی کم سن خاتون نہ تھیں بلکہ اِس واقعہ کے وقت اُن کی عمر 55 سال تھی، اور پندرہ سال سے وہ حضور ﷺ کی شریک زندگی تھیں۔ بیوی سے شوہر کی کوئی کمزوری چھپی نہیں رہ سکتی۔ انہوں سے اس طویل ازدواجی زندگی میں آپ ﷺ کو اتنا عالی مرتبہ انسان پایا تھا کہ جب حضور ﷺ نے اُن کو غار حراء میں پیش آنے والا واقعہ سنایا تو بلا تامل انہوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ فی الواقع اللہ کا فرشتہ ہی آپ ﷺ کے پاس وحی لے کر آیا تھا۔ اسی طرح ورقہ بن نوفل بھی مکہ کے ایک بوڑھے باشندے تھے، بچپن سے حضور ﷺ کی زندگی دیکھتے چلے آرہے تھے، اور پندرہ سال کی قریبی رشتہ داری کی بنا پر تو وہ آپ ﷺ کے حالات سے اور بھی زیادہ گہری واقفیت رکھتے تھے۔ انہوں نے بھی جب یہ واقعہ سنا تو اسے کوئی وسوسہ نہیں سمجھا، بلکہ سنتے ہی کہہ دیا کہ یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے نزدیک بھی آپ ﷺ اتنے بلند پایہ انسان تھے کہ آپ ﷺ کا نبوت کے منصب پر سرفراز ہونا کوئی قابل تعجب امر نہ تھا۔

دوسرے حصہ کی شانِ نزول:

اس سورہ کا دوسرا حصہ اُس وقت نازل ہوا جب رسول اللہ ﷺ نے حرم میں اسلامی طریقہ پر نماز پڑھنی شروع کی اور ابوجہل نے آپ ﷺ کو ڈرا دھمکا کر اس سے روکنا چاہا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ نبی ہونے کے بعد قبل اس کے کہ حضور ﷺ اسلام کی علانیہ تبلیغ کا آغاز کرتے، آپ ﷺ نے حرم میں اُس طریقے پر نماز ادا کرنی شروع کر دی جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سکھائی تھی، اور یہی وہ چیز تھی جسے قریش نے پہلی مرتبہ یہ محسوس کیا کہ آپ ﷺ کسی نئے دین کے پیرو ہو گئے ہیں۔ دوسرے لوگ تو اسے حیرت ہی کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے، مگر ابوجہل کی رگِ جاہلیت اس پر پھڑک اٹھی اور اس نے آپ ﷺ کو دھمکانا شروع

کر دیا کہ اس طریقے پر حرم میں عبادت نہ کریں۔ چنانچہ اس سلسلے میں کئی احادیث حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیں جن میں ابوجہل کی ان بیہودگیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ ابو جہل نے قریش کے لوگوں سے پوچھا: "کیا محمد (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) تمہارے سامنے زمین پر اپنا منہ ٹکاتے ہیں؟" لوگوں نے کہا: "ہاں"۔ اس نے کہا: "لات اور عزیٰ کی قسم! اگر میں نے ان کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو ان کی گردن پر پاؤں رکھ دوں گا اور ان کا منہ زمین میں رگڑ دوں گا۔" پھر ایسا ہوا کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو نماز پڑھتے دیکھ کر وہ آگے بڑھا، تاکہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی گردن پر پاؤں رکھے، مگر یکایک لوگوں نے دیکھا وہ پیچھے ہٹ رہا ہے اور اپنا منہ کسی چیز سے بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اُس سے پوچھا گیا کہ یہ تجھے کیا ہو گیا؟ اس نے کہا: "میرے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خندق اور ایک ہولناک چیز تھی اور کچھ پر تھے۔" رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اگر وہ میرے قریب پھٹکتا تو ملائکہ اُس کے چیتھڑے اڑا دیتے۔ (احمد، مسلم، نسائی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن المنذر، ابن مردویہ، ابو نعیم اصفہانی، بیہقی)

ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ابو جہل نے کہا: "کہ اگر میں نے محمد (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھ لیا تو اُن کی گردن پاؤں تلے دبا دوں گا۔" نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اگر اس نے ایسا کیا تو ملائکہ علانیہ اُسے آپکڑیں گے (بخاری، ترمذی، نسائیؒ، ابن جریر، عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن مردویہ)

ابن عباسؓ کی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مقام ابراہیم پر نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل کا ادھر سے گزر ہوا تو اس نے کہا اے محمد! کیا میں نے تم کو اس سے منع نہیں کیا تھا؟" اور اس نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو دھمکیاں دینی شروع کیں۔ جواب میں رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اُس کو سختی کے ساتھ جھڑک دیا۔ اس پر اُس نے کہا: "اے محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تم کس بل پر مجھے ڈراتے ہو۔ خدا کی قسم! اس وادی میں میرے حمایتی سب سے زیادہ ہیں۔" (احمد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، طبرانی، ابن مردویہ)

انہی واقعات پر اس سورت کا وہ حصہ نازل ہوا جو كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝٦ سے شروع ہوتا ہے۔ قدرتی طور پر اس حصے کا مقام وہی ہونا چاہیے تھا جو قرآن کی اِس سورت میں رکھا گیا ہے کیونکہ پہلی وحی نازل ہونے کے بعد اسلام کا اولین اظہار حضور ﷺ نے نماز ہی سے کیا تھا، اور کفار سے آپ ﷺ کی مڈبھیڑ کا آغاز بھی اسی واقعہ سے ہوا تھا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

رکوع ۱

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ۚ‏ ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ‏ ﴿۲﴾ اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُۙ‏ ﴿۳﴾ الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِۙ‏ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡؕ‏ ﴿۵﴾ كَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَيَطۡغٰٓىۙ‏ ﴿۶﴾ اَنۡ رَّاٰهُ اسۡتَغۡنٰىؕ‏ ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجۡعٰىؕ‏ ﴿۸﴾ اَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ يَنۡهٰىۙ‏ ﴿۹﴾ عَبۡدًا اِذَا صَلّٰىؕ‏ ﴿۱۰﴾ اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَانَ عَلَى الۡهُدٰٓىۙ‏ ﴿۱۱﴾ اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰىؕ‏ ﴿۱۲﴾ اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَذَّبَ وَتَوَلّٰىؕ‏ ﴿۱۳﴾ اَلَمۡ يَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰىؕ‏ ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَـئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ ۙ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِۙ‏ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ‏ ﴿۱۶﴾ فَلۡيَدۡعُ نَادِيَهٗ ۙ‏ ﴿۱۷﴾ سَنَدۡعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ‏ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ؕ لَا تُطِعۡهُ وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبْ ۩‏ ﴿۱۹﴾

رکوع ۱

اللہ کے نام سے جو رحمان ورحیم ہے۔

پڑھو1(اے نبی ﷺ!) اپنے ربّ کے نام کے ساتھ 2جس نے پیدا کیا، 3جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ 4پڑھو، اور تمہارا ربّ بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا، 5انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔6

ہر گز نہیں، 7انسان سرکشی کرتا ہے اِس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے 8(حالانکہ) پلٹنا یقیناً تیرے ربّ ہی کی طرف ہے۔ 9تم نے دیکھا اُس شخص کو جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھتا ہو؟ 10تمہارا کیا خیال ہے اگر (وہ بندہ) راہِ راست پر ہو یا پرہیز گاری کی تلقین کرتا ہو؟ تمہارا کیا خیال ہے اگر (یہ منع کرنے والا شخص حق کو) جھُٹلاتا اور مُنہ موڑتا ہو؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟ 11ہر گز نہیں، 12اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر اُسے کھینچیں گے، اُس پیشانی کو جو جھوٹی اور سخت خطاکار ہے۔13 وہ بُلالے اپنے حامیوں کی ٹولی کو، 14ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بُلالیں گے۔ 15 ہر گز نہیں، اُس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور (اپنے ربّ کا) قرب حاصل کرو۔ 16 ع السجدۃ

سورۃ العلق حاشیہ نمبر: 1 ▲

جیسا کہ ہم نے دیباچے میں بیان کیا ہے، فرشتے نے جب حضور ﷺ سے کہا کہ پڑھو، تو حضور ﷺ نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے نے وحی کے یہ الفاظ لکھی ہوئی صورت میں آپ ﷺ کے سامنے پیش کیے تھے اور اُنہیں پڑھنے کے لیے کہا تھا۔ کیونکہ اگر فرشتے کی بات کا مطلب یہ ہوتا کہ جس طرح میں بولتا جاؤں آپ ﷺ اُسی طرح پڑھتے جائیں، تو حضور ﷺ کو یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔

سورۃ العلق حاشیہ نمبر: 2 ▲

یعنی اپنے رب کا نام لے کر پڑھو، یا بالفاظ دیگر، بسم اللہ کہو اور پڑھو۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ اس وحی کے آنے سے پہلے ہی صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا رب جانتے اور مانتے تھے۔ اسی لیے یہ کہنے کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی کہ آپ ﷺ کا رب کون ہے، بلکہ یہ کہا گیا کہ اپنے رب کا نام لے کر پڑھو۔

سورۃ العلق حاشیہ نمبر: 3 ▲

مطلقاً [پیدا کیا" فرمایا گیا ہے، یہ نہیں کہا گیا کہ کس کو پیدا کیا۔ اس سے خود بخود یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اُس رب کا نام لے کر پڑھو جو خالق ہے، جس نے ساری کائنات کو اور کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔

سورۃ العلق حاشیہ نمبر: 4 ▲

کائنات کی عام تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد خاص طور پر انسان کا ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کس حقیر حالت سے اُس کی تخلیق کی ابتدا کر کے اُسے پورا انسان بنایا۔ علق جمع ہے علقہ کی، جس کے معنی جمے ہوئے خون کے ہیں۔ یہ وہ ابتدائی حالت ہے جو استقرارِ حمل کے بعد پہلے چند دنوں میں رونما ہوتی ہے، پھر وہ گوشت کی شکل اختیار کرتی ہے اور اس کے بعد بتدریج اس میں انسانی صورت بننے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد سوم، الحج آیت 5۔ حواشی 5 تا 7)

سورۃ العلق حاشیہ نمبر: 5 ▲

یعنی یہ اُس کا انتہائی کرم ہے کہ اس حقیر ترین حالت سے ابتدا کر کے اُس نے انسان کو صاحب علم بنایا جو مخلوقات کی بلند ترین صفت ہے، اور صرف صاحب علم ہی نہیں بنایا، بلکہ اُس کو قلم کے استعمال سے لکھنے کا فن سکھایا، جو بڑے پیمانے پر علم کی اشاعت، ترقی اور نسلاً بعد نسل اس کے بقا اور تحفظ کا ذریعہ بنا۔ اگر وہ الہامی طور پر انسان کو قلم اور کتابت کے فن کا یہ علم نہ دیتا تو انسان کی علمی قابلیت ٹھِٹھر کر رہ جاتی اور اُسے نشو و نما پانے، پھیلنے اور ایک نسل کے علوم دوسری نسل تک پہنچنے اور آگے مزید ترقی کرتے چلے جانے کا موقع ہی نہ ملتا۔

سورۃ العلق حاشیہ نمبر: 6 ▲

یعنی انسان اصل میں بالکل بے علم تھا۔ اُسے جو کچھ بھی علم حاصل ہوا اللہ کے دینے سے حاصل ہوا۔ اللہ ہی نے جس مرحلے پر انسان کے لیے علم کے جو دروازے کھولنے چاہے، وہ اُس پر کھلتے چلے گئے۔ یہی بات ہے جو آیۃ الکرسی میں اس طرح فرمائی گئی ہے کہ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ "اور لوگ اُس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے، سوائے اُس کے جو وہ خود چاہے۔" (البقرہ، 255) جن جن چیزوں کو بھی انسان اپنی علمی دریافت سمجھتا ہے، در حقیقت وہ پہلے اس کے علم میں نہ تھیں، اللہ تعالیٰ ہی نے جب چاہا اُن کا علم اسے دیا، بغیر اس کے کہ انسان یہ محسوس کرتا کہ یہ علم اللہ اسے دے رہا ہے۔

یہاں تک وہ آیات ہیں جو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، یہ پہلا تجربہ اتنا سخت تھا کہ حضور ﷺ اس سے زیادہ کے متحمل نہ ہو سکتے تھے۔ اس لیے اس وقت صرف یہ بتانے پر اکتفا کیا گیا کہ وہ رب جس کو آپ ﷺ پہلے سے جانتے اور مانتے ہیں، آپ ﷺ سے براہ راست مخاطب ہے، اس کی طرف سے آپ ﷺ پر وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے، اور آپ ﷺ کو اس نے اپنا نبی بنا لیا ہے۔ اس کے ایک مدت بعد سورہ مدثر کی ابتدائی آیات

نازل ہوئیں جن میں آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ نبوت پر مامور ہونے کے بعد اب آپ ﷺ کو کام کیا کرنا ہے۔(تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد ششم، المدثر، دیباچہ)

سورۃ العلق حاشیہ نمبر: 7 ▲

یعنی ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ جس خدائے کریم نے انسان پر اتنا بڑا کرم فرمایا ہے اس کے مقابلہ میں وہ جہالت برت کر وہ رویہ اختیار کرے جو آگے بیان ہو رہا ہے۔

سورۃ العلق حاشیہ نمبر: 8 ▲

یعنی یہ دیکھ کر کہ مال، دولت، عزت و جاہ اور جو کچھ بھی دنیا میں وہ چاہتا تھا وہ اسے حاصل ہو گیا ہے، شکر گزار ہونے کے بجائے وہ سرکشی پر اتر آتا ہے اور حدِ بندگی سے تجاوز کرنے لگتا ہے۔

سورۃ العلق حاشیہ نمبر: 9 ▲

یعنی خواہ کچھ بھی اس نے دنیا میں حاصل کر لیا ہو، جس کے بل پر وہ تمرُّد اور سرکشی کر رہا ہے، آخر کار اسے جانا تو تیرے رب ہی کے پاس ہے۔ پھر اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس روش کا انجام کیا ہوتا ہے۔

سورۃ العلق حاشیہ نمبر: 10 ▲

بندے سے مراد خود رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس طریقے سے حضور ﷺ کا ذکر قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے، مثلاً سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا (بنی اسرائیل 1)"پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف۔" اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ (الکھف۔ 1)"تعریف ہے اس خدا کے لیے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی۔" وَّ اَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبۡدُ اللّٰہِ یَدۡعُوۡہُ کَادُوۡا یَکُوۡنُوۡنَ عَلَیۡہِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ (الجن 19)"اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اُس کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوا تو لوگ اس پر ٹوٹ پڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک خاص محبت کا انداز ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں اپنے رسول محمد ﷺ کا ذکر فرماتا ہے۔ علاوہ بریں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

نبوت کے منصب پر سرفراز فرمانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھنے کا طریقہ سکھا دیا تھا۔ اُس طریقے کا ذکر قرآنِ مجید میں کہیں نہیں ہے کہ اے نبی ﷺ! تم اس طرح نماز پڑھا کرو۔ لہذا یہ اس امر کا ایک اور ثبوت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر صرف وہی وحی نازل نہیں ہوتی تھی جو قرآن میں درج ہے، بلکہ اس کے علاوہ بھی وحی کے ذریعہ سے آپ ﷺ کو ایسی باتوں کی تعلیم دی جاتی تھی جو قرآن میں درج نہیں ہیں۔

سورة العلق حاشیہ نمبر: 11 ▲

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ہر انصاف پسند شخص مخاطب ہے۔ اُس سے پوچھا جارہا ہے کہ تم نے دیکھی اُس شخص کی حرکت جو خدا کی عبادت کرنے سے ایک بندے کو روکتا ہے؟ تمہارا کیا خیال ہے اگر وہ بندہ راہِ راست پر ہو، یا لوگوں کو خدا سے ڈرنے اور برے کاموں سے روکنے کی کوشش کرتا ہو، اور یہ منع کرنے والا حق کو جھٹلاتا اور اس سے منہ موڑتا ہو، تو اس کی یہ حرکت کیسی ہے؟ کیا یہ شخص یہ روش اختیار کر سکتا تھا اگر اسے یہ معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو بھی دیکھ رہا ہے جو نیکی کا کام کرتا ہے اور اس کو بھی دیکھ رہا ہے جو حق کو جھٹلانے اور اس سے روگردانی کرنے میں لگا ہوا ہے؟ ظالم کے ظلم اور مظلوم کی مظلومی کو اللہ تعالیٰ کا دیکھنا خود اس بات کو مُستَلزِم ہے کہ وہ ظالم کو سزا دے گا اور مظلوم کی دادرِسی کرے گا۔

سورة العلق حاشیہ نمبر: 12 ▲

یعنی یہ شخص جو دھمکی دیتا ہے کہ اگر محمد ﷺ نماز پڑھیں گے تو وہ ان کی گردن کو پاؤں سے دبا دے گا، یہ ہرگز ایسا نہ کر سکے گا۔

سورة العلق حاشیہ نمبر: 13 ▲

پیشانی سے مراد یہاں پیشانی والا شخص ہے۔

سورۃ العلق حاشیہ نمبر: 14 ▲

جیسا کہ ہم نے دیباچہ میں بیان کیا ہے، ابوجہل کے دھمکی دینے پر جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو جھڑک دیا تھا تو اس نے کہا تھا کہ اے محمد ﷺ! تم کس بل پر مجھے ڈراتے ہو؟ خدا کی قسم! اس وادی میں میرے حمایتی سب سے زیادہ ہیں۔ اس پر فرمایا جارہا ہے کہ یہ بلا لے اپنے حمایتیوں کو۔

سورۃ العلق حاشیہ نمبر: 15 ▲

اصل میں زَبَانِیہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو قتادہ کی تشریح کے مطابق کلامِ عرب میں پولیس کے لیے بولا جاتا ہے۔ اور زَبن کے اصل معنی دھکا دینے کے ہیں۔ بادشاہوں کے ہاں چوبدار بھی اسی غرض کے لیے ہوتے تھے کہ جس پر بادشاہ ناراض ہو اُسے وہ دھکے دے کر نکال دیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ اپنے حمایتیوں کو بلا لے، ہم اپنی پولیس، یعنی ملائکہ عذاب کو بلا لیں گے کہ وہ اس کی اور اس کے حمایتیوں کی خبر لیں۔

سورۃ العلق حاشیہ نمبر: 16 ▲

سجدہ کرنے سے مراد نماز ہے۔ یعنی اے نبی ﷺ! تم بے خوف اُسی طرح نماز پڑھتے رہو جس طرح پڑھتے رہے ہو، اور اس کے ذریعے سے اپنے رب کا قُرب حاصل کرو۔ صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ "بندہ سب سے زیادہ اپنے رب سے اس وقت قریب ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے۔" اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت بھی آئی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ یہ آیت پڑھتے تھے تو سجدہ تلاوت ادا فرماتے تھے۔